شہید اسلام حضرت مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی رحمہ اللہ

تحریر:۔ قاضی محمد اسلم صاحب سیف فیروزپوری

موت اور اس کی بے پناہیاں ایک ایسی حقیقت ہیں جس کے بارے میں کبھی دو رائیں نہیں ہو سکتیں موت کا وقت متعین ہے جسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔ موت کا پنجہ اس قدر مضبوط ہے کہ جو اس کے قابو میں آجاتا ہے وہ کسی قیمت بچ نہیں سکتا۔ موت کی گرفت اور اس کی سرگرمیاں ہر وقت رواں دواں ہیں موت جس گھر پر برق طوفان بن کر گرتی ہے آن واحد میں ہنستے کھیلتے۔ خوشیوں سے معمور گھروں کو ویرانہ بنا دیتی ہے پھر موت کا وقت اگرچہ متعین ہے لیکن اس کی آمد اس کے عمل کی تیزی کا کسی کو علم نہیں جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے۔ إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿٣٤﴾

موت کا سکہ ہر دم رواں ہے جیسا کہ اقبال مرحوم لکھتے ہیں

کلبۂ افلاس میں دولت کے کاشانے میں موت
دشت و در میں شہر میں گلشن میں ویرانے میں موت
موت ہے ہنگامہ آرا قلزم خاموش میں
ڈوب جاتے ہیں سفینے موج کی آغوش میں
نے مجال شکوہ ہے، نے طاقت گفتار ہے
زندگانی کیا ہے اک طوق گلو افشار ہے،

لیکن موت موت میں فرق ہے بعض موتیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ انہیں ہمسایہ اور پڑوسی بھی رونے کے لیے تیار نہیں بعض اموات عواقب و نتائج کے اعتبار سے پورے ملک کو متاثر کرتی ہیں بعض موتیں ملک بھر میں تہلکہ مچانے کا باعث بن جاتی ہیں۔ عوام صبر و شکیبائی سے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں بعض اموات سے معاشرے کا پورا نظام تہہ و بالا ہو کر رہ جاتا ہے ہمارے ممدوح مولانا حبیب الرحمان یزدانی شہید اسی قبیل سے ہی

تعلق رکھتے ہیں جیسا کہ عرب شاعر کہتا ہے۔

وما کان هلك قيس هلك واحدٍ ولكنه بنيان قوم تهدّما

مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی شہید رحمۃ اللہ علیہ جنہیں شہید اور مرحوم لکھتے وقت قلم کانپتا۔ دل لرزتا اور ہاتھ کپکپاتا ہے چونکہ اس روز راقم الحروف ایک دور افتادہ گاؤں میں تھا جس کی وجہ سے مولانا یزدانی رح شہید کے جنازے میں شمولیت کی سعادت حاصل نہ کر سکا نہ ہی مولانا یزدانی رح شہید کا چہرہ انور دیکھ سکا۔ نہ ہی ان کے جنازہ کو کندھا دے سکا اس لیے راقم کے تصورات میں یزدانی صاحب کا چلتا پھرتا ہنستا کھیلتا میدانِ وغا میں دشمنانِ دین کو دھاڑتے اور سٹیج پر بدعتیوں۔ مشرکوں۔ بے دینوں ختم نبوت کے ڈاکوؤں اور رسول اللہ علیہ والہٖ وسلم کے صحابہ کے مخالفوں کو للکارتے، للکارتے اور لتاڑتے دکھائی دیتے ہیں۔ مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی شہیدؒ کی ذات گرامی میں اللہ تعالیٰ نے بے شمار خوبیاں ودلیعت فرمائی تھیں۔ وہ محامد ومحاسن کا مجموعہ، اوصاف حمیدہ اور اخلاق جلیلہ کے مجسمہ تھے۔ عنفوان شباب میں ہی اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ مقام و مرتبہ وہ ہر دلعزیزی عطا فرمائی تھی جو بڑے بڑوں کو زندگی بھر محنتِ شاقہ سے بھی نصیب نہیں ہوتی۔ وہ دل کے غنی اور بات کے دھنی تھے۔ وہ حسن وجمال، زیبائی و رعنائی میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ بایں ہمہ اللہ تعالیٰ نے کردار کی پختگی اور اعمال کی درستگی میں بھی ان کو بے مثال خوبیوں سے نوازا تھا۔ ان کی خطابت کا طنطنہ، اس کی شجاعت کا دبدبہ، ان کی فصاحت کا ہمہ مسلم تھا ان کی خطابت کی جلوہ افروزیوں اور ان کی تبلیغ کی اثر آفرینیوں کا غلغلہ ہر جگہ سنا جاتا تھا۔

مولانا حبیب الرحمان یزدانی شہید گمنامی کی صفوں سے اٹھے اپنی محنت، خلوص جرأت۔ شجاعت۔ تہور، فصاحت، بلاغت۔ ذہانت۔ فطانت اور زبان کی حلاوت سے شہرت کے آسمان پر پہنچے۔ شجاعت و بہادری میں اس دبلے پتلے انسان کو اللہ تعالیٰ نے شیرانِ غاب سے بڑھ کر قلب و اعصاب عطا فرمائے تھے۔ ۲۳ اگست ۱۹۸۴ کو دوپہر کے وقت جی ٹی روڈ کاموئکی میں بھرے بازار میں بدعتیوں اور بزدلوں نے بلاوجہ مولانا یزدانی شہید پر چاقوؤں، چھروں اور خنجروں سے قاتلانہ حملہ کر دیا دشمنوں نے خنجروں کے پے در پے تیرہ وار کئے۔ مولانا یزدانی نے تمام تر وار اپنے سینہ پر برداشت کئے زخموں

کا معمولی نشان بھی ان کی لپشت پر نہ تھا۔ دو ماہ ہسپتال میں موت و حیات کی کشمکش میں گزارے زخم اس قدر گہرے اور سنگین تھے کہ دیکھنے والا انہیں دیکھ کر ششدر رہ جاتا۔ اکثر احباب سرگوشیوں، چہ میگوئیوں اور اشاروں اشاروں میں یہ تبادلہ خیالات کرتے کہ شاید اب یزدانی شہیدؒ کی گھن گرج ٹھنڈی پڑ جائے گی اور میدانِ وغا میں ان کی آواز خاموش ہو جائے گی لیکن ملک کا بچہ بچہ اس حقیقت سے آشنا ہے کہ مولانا یزدانیؒ جب صحت یاب ہو کر پھر سٹیج پر آئے تو ان کی گھن گرج للکار، یلغار اور دھاڑ پہلے سے بھی تیز تھی وہ فرمایا کرتے تھے جس قادر مطلق نے بے در پے تیرہ خنجروں کے حملوں سے مجھے محفوظ رکھا ہے اور مجھے دشمن کی گولیوں کی باڑ میں بھی محفوظ رکھے گا۔ ہر چہ بادہ باد میں توحید و سنت کا پرچم تلوار کی دھار پر کھیل کر بھی سر بلند رکھوں گا۔ اس راہ میں کٹ سکتا ہوں پلٹ نہیں سکتا۔ توحید و سنت کی راہ میں گردن کٹوائی جا سکتی ہے، جھکائی نہیں جا سکتی

جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے برسر میدان جھکی تو نہیں،

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کا تختۂ دار پر تڑپتا ہوا لاشہ اور ان کی والدہ محترمہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی استقامت میرے لیے آئیڈیل کی حیثیت رکھتی ہے۔

خطابت کی رعنائیوں، فصاحت و بلاغت کی دل ربائیوں کے اعتبار سے وہ اپنے زمانے کے بے مثال مبلغ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی خطابت کو پہاڑوں کا سا شکوہ، دریاؤں کی سی روانی، آبشاروں کا خروش، سمندروں کی وسعت، صحراؤں اور کوہستانوں کی ہیبت، پھولوں کی سی مہک، مرغان خوش آواز کی حلاوت، بلبل کا نالہ، کوئل کی سی دل سوزی، سبزہ زاروں کی لطافت، بادشاہوں کا جلال، شاعروں کی رعنائی اور اہل اللہ کا سوز عطا فرمایا تھا۔ مولانا یزدانی بذاتِ خود ایک باکمال جامع خطابت انسان تھے۔ لیکن شہیدِ ملت علامہ مرحوم کی رفاقت نے ان کی خطابت کو دو آتشہ بلکہ سہ آتشہ بنا ڈالا تھا۔ خطابت میں سیاست اور ادب و انشاء کی آمیزش نے ان کی خطابت کو چندے آفتاب اور چندے ماہتاب بنا ڈالا تھا اب تو صورت حالات یہ تھی کہ مولانا یزدانیؒ اپنے تمام معاصرین اور پیش رو بزرگوں سے میلوں آگے نکل گئے تھے علامہ صاحبؒ کی تقریر کے بعد کوئی مبلغ نہ ٹک سکتا تھا نہ پبلک کو ٹکا سکتا تھا ملک بھر میں مولانا یزدانی کی واحد شخصیت

تھی جو علامہ صاحبؒ کی ساحری کے بعد عوام کو مسحور کر لیتی۔ نوائے وقت کے کالم نویس نے کیا خوب لکھا ہے کہ یزدانی صاحبؒ بہت بڑے خطیب تھے علامہ صاحبؒ سے پہلے ان کا خطاب ہوتا وہ اپنی تقریر سے سماں باندھتے علامہ صاحبؒ ان کے خطاب کے بعد خطاب فرماتے اور ان کے سماں کو آسمان کی وسعتوں میں پھیلا دیتے قسام ازل سے مولانا یزدانیؒ کو فصاحت و بلاغت۔ تقریر و خطابت۔ وجاہت و سیادت، قابلیت و لیاقت کی تمام رعنائیاں بکثرت ملی تھیں جب لحن داؤدی میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے مجمع پر سکتہ طاری ہو جاتا بات ایسے سوز و گداز سے کرتے کہ سامعین کے دلوں میں اترتی چلی جاتی ان کی تقریر کی اثر آفرینی **ما یخرج عن القلب یدخل فی القلب** کی آئینہ دار ہوتی۔ اقبال مرحوم نے کیا خوب کہا تھا ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔ پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

موصوف کی خطابت کی جولانگاہ خیبر سے کیاڑی تک اور لاہور سے کوئٹہ تک پورا ملک تھا موصوف جب تبلیغی دوروں پر نکلتے تو سامعین دیدہ و دل فرش راہ کرتے ان کی محبوبیت کا یہ عالم تھا کہ یوتھ فورس کے جیالے ان کے استقبال میں دیوانے ہو ہو جاتے کہتے ہیں کسی کی عظمتوں، رفعتوں اور بلندیوں کا صحیح اندازہ جیل میں لگتا ہے یا ریل میں اس بندۂ عاجز کو ان کے ساتھ جیل میں جانے کا تو کبھی اتفاق نہیں ہوا لیکن بسوں میں ریل میں اور ہوائی جہاز میں ان کے ساتھ بارہا سفر کیا ان کے ظاہر و باطن میں کبھی تضاد نہیں ہوا اور انہیں حضر کی طرح سفر میں بھی ہمیشہ بلند پایا انہوں نے کبھی دوستی دشمنی چھپا کر نہیں رکھی تھی دوستوں کے وہ سچے دوست تھے اور دشمن کا قبر کی دیواروں تک تعاقب کرنے کی وہ اہلیت رکھتے تھے لیکن جب کوئی ان کے در پر عفو و درگزری کے لیے حاضر ہو جاتا تو انہیں معاف کرنے میں انتہا درجہ کی لذت اور مسرت محسوس کرتے وہ متکبروں میں متکبر عاجزوں میں عاجز مہمان نوازی ان کی کمزوری تھی۔ عام مولویوں کی طرح گھر میں دوست و احباب سے ملنے سے گریز ان میں قطعاً نہیں تھا ان کا دستر خوان بہت وسیع تھا چونکہ خاندانی عالم تھے اس لیے ان کی ڈیرہ داری پورے ملک میں مشہور تھی جب کوئی مہمان آ جاتا تو اکرام ضیف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کی عزت و احترام اور خیر مقدم کے لیے بچھ بچھ جاتے وسعت ظرفی اور بلند اخلاقی

ان کی خاندانی عظمت تھی یتامیٰ ۔ بیوگان، غریبوں، مسکینوں اور مفلوک الحال انسان سے محبت و احترام ان کا امتیازی وصف تھا ۔ دو بار حج بیت اللہ سے مشرف ہو چکے تھے ۔ ان کے حج کے رفقا اچھی طرح جانتے ہیں کہ دوران حج وہ کبھی کسی پر بوجھ نہیں بنتے تھے اور نہ کبھی انہوں نے یہ خواہش کی کہ میرا کام میری جگہ کوئی اور کرے حتیٰ کہ بعض چھوٹی عمر کے رفقاء سفر کے تقاضے کے باوجود اپنے کپڑے دھونے کیلیے انہیں نہیں دیئے گزشتہ سال حضرت مولانا محمد عبداللہ امیر جمعیت اہل حدیث پاکستان کی قیادت میں جمعیت اہل حدیث پاکستان کا جو وفد عراق اور سعودی عرب کے دورے پر گیا تھا مولانا موصوف بھی اس میں شامل تھے اور یہ وفد حج بیت اللہ کی فراغت کے بعد وطن واپس ہوا تقریباً دو ہفتے سے زائد ان کے ساتھ رفاقت رہی بیت اللہ میں تو ہم اکٹھے ہی رہتے تھے منیٰ میں بھی ہمارے خیمے قریب قریب تھے اس سفر میں بھی مولانا یزدانی ؒ کا کردار طرز عمل اور رفقاء سفر سے مل جل کر رہنا قابلِ رشک تھا ۔

مولانا یزدانی ؒ زندگی بھر صداقت کے علمبردار حق کے حامی ۔ راست گوئی و راست بازی کے مبلغ بن کر رہے کسی کی عظمت، شوکت، حشمت ۔ قوت ۔ اقتدار ۔ اختیار اور دولت ان کو جادہ حق سے نہ ہٹا سکی کوئی طمع و لالچ اور دولت کی عظیم پیش کش انہیں نہ خرید سکی اور نہ زیر کر سکی جمعیت اہل حدیث پاکستان کی نشاۃ ثانیہ میں ان کا کردار صاف ستھرا اور نہایت اجلا ہے وہ بات سوچ سمجھ کر اور من تول کر کرنے کے عادی تھے اور جب وہ فیصلہ کر لیتے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت انہیں متزلزل نہ کر سکتی اور دھڑے کے پکے اور سچی رفاقت کے صحیح علمبردار تھے دوستوں کے بارے میں سوء ظنی یا کسی وہم کا شکار ہونا ان کے نزدیک قطعی طور پر ناپسندیدہ فعل تھا ۔ زندگانی کی گزرگاہوں میں انہیں بہت نشیب و فراز سے گزرنا پڑا ۔ عسر یسر کی وہ کئی منزلوں سے ہو کر گزرے پریشانیوں اور مشکلات نے بار بار ان کے راستے میں شدید رکاوٹیں ڈالنے کی کوشش کی لیکن اخلاق و دیانت کا یہ پتلا نجابت و شرافت کا یہ مجسمہ، حق و صداقت کا یہ سراپا نہ کبھی ڈرا ۔ نہ دبا ۔ نہ بکا ۔ وہ اکثر روایتی مولویوں سے بہت اعلیٰ و بالا تھے اور کہا کرتے تھے کہ میں کسی منڈی کا مال نہیں جسے خریدا جا سکے ابھی کسی ماں نے وہ بیٹا نہیں جنا جو میرے ضمیر و ایمان کو خرید سکے ۔ بعض جماعتوں کی گھناؤنی سازشوں سے تنگ آ کر انہوں نے پاکستان جمہوری پارٹی

میں شمولیت کی بابائے سیاست، علمبردار جمہوریت نوابزادہ نصر اللہ خاں ہمیشہ انہیں نہایت محبت پیار اور شفقت کی نظر سے دیکھتے اور اس پر فخر کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے مولانا یزدانی" جیسا ہیرا اور لسان ہمیں عطا فرمایا ہے نواب زادہ نصر اللہ خاں چونکہ ادیب، خطیب زعیم۔ صحافی، سیاست دان جمہوریت پسند، شاعر سخن فہم اور سخن شناس انسان ہیں اس لیے وہ مولانا یزدانی" سے بہت پیار سے پیش آتے بچوں کی طرح عزیز سمجھتے۔ مولانا یزدانی" کا تدریسی علم بھی باقاعدہ تھا وہ عام جلسہ باز مولویوں اور قصہ گو واعظوں کی طرح سطحی علم نہیں رکھتے تھے ان کے ذوقِ علمی کا دائرہ خاصا وسیع تھا ان کی تحقیق و مطالعہ کا اندازہ ان کی تقریروں۔ ان کے خطباتِ جمعہ اور ان کی خریدی ہوئی کتب سے ہو سکتا ہے ان کی وسعتِ نظر کا اندازہ اس سے کیجیے کہ راقم اور بشیر انصاری صاحب ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو چھ روزنامے ان کی میز پر پڑے تھے جب ان سے دریافت کیا گیا کہ یزدانی" صاحب چھ اخباروں کی کیا ضرورت ہے تو فرمانے لگے کہ ان اخباروں کا نقطۂ نگاہ الگ الگ ہے میں چاہتا ہوں کہ ان کے اداریے پڑھ کر اندازہ کر سکوں کہ صحیح موقف کس کا ہے بڑے دوست نواز ساتھی تھے وسعت ظرفی، بلند اخلاقی ان کی جبلت تھی۔ چند برس قبل راقم الحروف نے الاسلام اور ترجمان الحدیث کے اداریے لکھے جب ملتے تو خوب حوصلہ افزائی کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں تحمل، برداشت، حوصلہ اور رفقاء کے جذبات کے احترام کی خوبیاں بھی خوب عنایت فرمائی تھیں وہ اس قدر مخلص تھے کہ لبسا اوقات جوشِ بیانی اور خطابت کی طغیانی میں ان سے اپنے مخالفوں کے بارے میں سبقت لسانی بھی ہو جاتی وہ دل کے اجلے اور کردار کے ستھرے تھے کینہ، بغض، حسد، عداوت نام کی کسی چیز نے ان کے دل میں راہ نہیں پائی ان کے خلوص کی یہ کیفیت تھی کہ وہ اکثر و بیشتر پاکستان اہل حدیث کانفرنس ماموں کانجن میں تشریف لاتے جب انہیں کرایہ وغیرہ پیش کیا جاتا تو وہ کہتے یہ میرا محسن ادارہ ہے بس اس سے کرایہ نہیں لوں گا ماموں کانجن سے گوجرانوالہ۔ گوجرانوالہ سے نوشہرہ ورکاں سے مرید کے۔ مرید کے سے بدوملہی یہ ہمارا دائرہ کار رہا تھا۔ ماموں کانجن کانفرنس نے ہمیں ملک بھر میں متعارف کرایا وہ ادارہ جو ملک بھر میں تعارف کا ذریعہ بنتا ہے اس سے کرایہ لینا احسان فراموشی ہے اور سفلہ پن کی انتہا ہے صوم وصلواۃ کی پابندی

حج و زکوٰۃ کی ادائیگی منہیات سے اجتناب فضول گوئی سے احتراز ذکر و فکر کی عادت ان کا سرمایہ حیات ہے ایسا بے باک نڈر مخلص، ذہین و فطین، صاف گو۔ راست باز حق کا حامی صداقت کا علمبردار، جماعت کا مخلص راہنما۔ نظم و نسق کا پابند۔ مسلک کا شیدائی۔ توحید و سنت کا فدائی، لیل و نہار کی لاکھوں گردشوں کے بعد عالم وجود میں آتا ہے ایسی دیدہ ور شخصیت روز روز پیدا نہیں ہوتی ہائے ۲۳، ۲۴ ۔ ۱۹۸۷ کی مشترکہ رات کے بم کے دھماکے نے یہ متاعِ دین و دانش ہم سے چھین لیا۔ جبر و تشدد کے حامیوں نے ہماری متاعِ عزیز لوٹ لیا۔ مولانا یزدانی ؒ بیوی چھ بچیوں۔ بوڑھی والدہ، بہنوں۔ بھائیوں اور کروڑوں انسانوں کو مغموم و سوگوار چھوڑ کر اپنے رب سے جاملے۔ ہائے زمین کا ایک اور ستارہ لوٹ کر آسمان کے ستاروں سے جاملا سچی بات ہے جب کامونکی کے پاس سے گزرتے ہیں تو دل میں اک ہوک سی اٹھتی ہے دل بجھ کر رہ جاتا ہے جب حسرت بھری نگاہیں ان کے در و دیوار پر پڑتی ہیں تو بے ساختہ زبان سے نکلتا ہے ؎

تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

میاں محمد جمیل کی موٹر میں راقم اور حافظ مقصود احمد جب شہر خموشاں میں ان کے ابدی گھر پر دعا کے لیے حاضر ہوئے تو پھر دل اور جذبات پر قابو نہ رہا اور وہاں سے فراغت کے بعد جب ان کی بیٹھک اور ڈیرے کی ویرانی کو دیکھا تو بے ساختہ زبان سے نکل گیا ؎ مجنوں جو چل بسا تو جنگل اداس ہے۔

یزدانی ؒ صاحب کا خلا کہاں کہاں پُر ہو سکتا ہے یزدانی صاحب ؒ کو ہم کیسے بھول سکتے ہیں۔ شاعر کی زبان میں یہی کہہ سکتے ہیں۔ ؎

خالی ہیں جام و سبو تیرے بعد

شائد علامہ اقبال ؒ ان کے بارے میں یہ کہہ گئے ہیں۔ ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

جذبات میں طلاطم ہے خیالات میں تموج ہے۔ مفصل کسی دوسری مجلس میں ان کی حیات مستعار پر قلم اٹھایا جائے گا اقبال ؒ کے اس شعر پہ اپنے مغموم جذبات کو ختم کیا جاتا ہے ؎ آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے